فتاوی عالمگیری میں مذکور

بعض فقہاء وعلماءِ احناف کا تذکرہ

از علامہ سید امیر علی

در تذکرہ امام ابوحنیفہؒ فقہاء وعلماء حنفیہ خصوصا جن کا ذکر اس فتاوی میں آیا ہے اس فتاوی میں اکثر فقہاء علماء کا صریح نام اور کتاب کا حوالہ عام ہے اور ان کتابوں میں سے بعضے متاخرین کے توالیف ہیں جن میں متقدمین اہل اجتہاد میں سے کسی کی تصحیح پر اعتماد کیا گیا اگر چہ مؤلف خود مجتہد فی المذاہب یا فی المسئلہ یا اصحاب ترجیح سے نہ ہو مثلا شرح نقایہ۔ برجندی۔ یا ابوالمکارم وغیرہ اگر چہ غالب ان کتابوں سے بطور تائید نقل کیا گیا اور اصل کسی معتمد سے مذکور ہے اور بعض کتابیں تالیف اصحاب ترجیح وتخریج وبعض از مجتہد فی المذہب ہیں اور اصول کتب میں سے تصنیفات امام محمد بن الحسن ہیں جیسے زیارات ومبسوط وغیرہ اور عنقریب خاتمہ میں انشاء اللہ تعالی متفرق ضروریات وفوائد اصطلاحات سے آگاہی ہوگی اور وہیں بیان ہوگا کہ مبسوط امام محمد رحمہ اللہ مبسوط شیخ سرخسی وغیرہ کیوں کہتے ہیں چنانچہ اس فتاوی میں بکثرت اسی لفظ سے حوالہ مذکور ہے پس اس تذکرہ سے دو فائدے منجملہ فوائد کے نہایت اہم وضروری ہیں۔ اول یہ کہ علماء کے تذکرہ میں ان کی تصانیف سے خصوصا ایسی تصنیف کی تصریح کردی جائیگی جس سے اس فتاوی میں حوالہ ہے تاکہ اس کتاب کا مرتبہ معلوم رہے اور جب دو کتابوں سے مختلف حوالہ یا ایک ہی میں کوئی مسئلہ مخالف مذہب مذکور ہو تو مستفید اس کو پرکھ لے اور ایسا نہ کرے کہ نادانی سے ضعیف کو قوی اور اس کا التاعمل میں لائے اور خاتمہ میں انشاء اللہ تعالی ان کتابوں کی بھی تصریح کردی جائے گی جن کو محققین علمائے حنفیہ نے کسی خاص علت سے جو وہاں مذکور ہوگی لائق اعتماد نہیں تصور فرمایا ہے۔ دوم یہ کہ علماء وفقہاء میں سے مجتہد ومقلد وغیرہ اور مقدم ومؤخر کو پہچانے تاکہ مؤخر کو مقدم یا برعکس نہ کرے اور یہ امر اہل تقلید کو موخر کرنے میں ظاہر مفید ہے اگر چہ اہل اجتہاد میں بعضے محققین کی رائے پر اشکال ہوگا جو کہتے ہیں کہ مرتبہ اجتہاد فی الجملہ یا مطلقا ختم نہیں ہوا کیونکہ اس صورت میں تقدیم چنداں مفید نہیں ہے لیکن ابن الصلاح اور امام نووی نے کہا کہ مجتہد مستقل بعد ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالی کے مفقود ہو گیا اور در المختار میں کہا کہ قد ذکروا ان المجتهد المطلق قد فقد یعنی علماء نے ذکر کیا ہے کہ مستقل مجتہد تو مفقود ہو گیا اور میزان شعرانی میں سیوطیؒ سے نقل ہے کہ بعد ائمہ اربعہ کے صرف شیخ ابن جریر نے یہ دعوے کیا مگر مسلم نہیں رکھا گیا مترجم کہتا ہے کہ ان لوگوں نے قول پر قوله تعالى فلو لا نفر من فرقة منهم طائفة (الآیہ)۔ میں مجتہد ہونے کا حکم فرض کفایہ ہے کمافی المعالم وغیرہ وہ اب منقطع ہوگا اور شعرانی نے کہا کہ ہاں اب بھی مستقل مجتہد ہوسکتا ہے اور نہ ہونے کی

قرب کے لئے اوپر یا نیچے جانا نہیں ہے، اللہ کا قرب وجود کی قید سے چھوٹنا ہے۔

کوئی دلیل نہیں ہے خصوص جبکہ قدرت الٰہیہ عظیم اور عجائب قرآن غیر متناہی ہیں۔مولانا بحرالعلوم نے شرح مسلم وشرح تحریر میں کہا کہ ادنی قسم اجتہاد بھی ان لوگوں نے بلا دلیل علامہ نسفی پر ختم کردی اوراسی سبب سے چاروں ائمہ کی تقلید واجب کی مگر یہ سب ان لوگوں کی ہوسات بلا دلیل شرعی بلکہ علم غیب کے دعوے نہایت مذموم ہیں۔مترجم کہتا ہے کہ اسلام میں ایسے ادعاء سے لوگ محض جہال رہ جائیں گے۔اوربعض آیات الٰہی عزوجل منقطع ہوں گی اور بڑا سخت فساد برپا ہوگا بلکہ صواب وہی ہے جو امام شعرانی وغیرہ نے کہا کہ علم غیب مخصوص بجناب باری تعالیٰ ہے اور اجتہاد بجمیع اقسام ختم ہونے پر کوئی دلیل نہیں واختتام دیگر اقسام بھی محل تامل ہے اور ہر متقدم کو متاخر پر راہ صواب ہر مسئلہ میں حاصل ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ صواب کا علم از جانب حق جل وعلا ہوتا ہے **ویدل علیه قوله تعالی ففهمناها سليمان (الآيه)**۔چنانچہ ان کے باپ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام کو تفہیم نہ ہوئی اور بیٹے سلیمان علیہ السلام کو علم وحکمت اوراس مسئلہ میں صواب کی تفہیم عطا ہوئی **فذلک من فضل الله تعالى** ۔پھر جن اقوال پر فتوی دیا گیا اگر چہ ان کو ترجیح ہے لیکن یہ حکم کلیہ نہیں کیونکہ عموم بلوی وتغیر اوضاع واحوال وغیرہ کو بھی دخل ہوتا ہے حتی کہ مرجوح ان اسباب کے ساتھ کبھی راجح ہوکر فتوے کے لیے متعین ہوجاتا ہے اور یہ صرف ایسے راجح ومرجوح احکام میں ہے جن میں دونوں طرف دلائل موجود ہیں حتی کہ اسی جہت سے راجح ومرجوح ہوئے اورعوام کی طرح یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ زمانہ کو دیکھ کر خالص ممنوع احکام کبھی جائز ہوجاتے ہیں جیسے ملاحدہ کا شیوہ ہے جن کا یہ گمان ہے کہ احکام شرع شخصی یا جمہوری مصلحت ورائے پر بدون پابندی از جانب الٰہی عزوجل بنائے گئے ہیں اور باب الفتوے میں انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آوے گی۔اور فتاوی اہل سمرقند یا فتاوے آہو وغیرہ سے جو کچھ مذکور ہے اس کے معنی ہیں کہ اس زمانہ کے مشائخ نے جو فتوے دیے وہ سب یکجا کیے گئے پس فتاوے کے احکام پر دلیل معلوم کرکے اعتماد ہوتا ہے یا جو اس کے ماخذ ہو جیسے کسی معتمد کتاب میں اس سے بغیر تضعیف نقل کیا جائے اوراس کتاب میں یہی ہے کہ ذخیرہ وغیرہ کے اعتماد پر نقل کیا گیا لہذا مشقت بعید کی ضرورت نہ رہی کہ اس فتوے کا حال دریافت ہو۔

واضح ہو کہ ان کتابوں کی فہرست علحدہ لکھنا اور علماء کا تذکرہ زمانہ مقدم وموخر معلوم ہونے کے لیے جدا لکھنا بیکار تطویل ترک کرکے مترجم نے یہی مختصر اختیار کیا کہ کتابوں کا حال خود ان کے مصنفوں کے ذیل میں آجائے لہذا علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں دونوں فائدے حاصل ہیں اور تیسرا افضلی فائدہ یہ کہ صالحین کے تذکرہ سے رحمت الٰہی عزوجل نازل ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ اجتہاد جس کے موصوف کو مجتہد کہتے ہیں اس سے استنباط درحقیقت حکم الٰہی عزوجل حاصل کرنا اس طرح کہ جو احکام الٰہی منصوص وظاہر ہیں انہیں سے مخفی حکم معلوم کرلینا تاکہ افعال ہمیشہ عبودیت کے پابند رہیں اور ایسی راہ پر ہوں جو کج راہ شیطانی سے جدا اور مستقیم ہے اور اس کی مختصر توضیح یہ ہے کہ ملک

مالک الملک ست ہر کش سرنہد	بے جہان خاک صد ملکش دہد

آخرت یہاں بالکل اس نگاہ سے جوسر کی آنکھوں میں ہے پوشیدہ ہےاوروہ ایسا ملک ہے کہ جس کی کیفیت ان حواسوں میں نہیں آتی اگرچہ بعض عقول خوب جانتے ہیں اوران کو کچھ بھی مشکل نہیں مثلاً یہ امر دشوار ہوگیا کہ کوئی آدمی کسی وقت ایسے حال میں ہوکہ اس کا دماغ حرکت نہ کرے حالانکہ اس زمانہ کے ایسے لوگ جو ہر محسوس فن میں بیمثل گنے جاتے ہیں اس کو محال جانتے ہیں پھر بھی عوام لوگ باوجود محسوس ہونے کے اس سے متعجب ہیں اور ملک آخرت میں حرکت فکری نہیں ہے پھر کس دماغ سے دریافت کرسکتے ہیں اور رہا نور عقل وہ بغیر فضل الٰہی عزوجل کے حاصل نہیں ہوتا۔ لہذا اس سے محروم ہوکر حواس کو عقل سمجھتے ہیں پھر حواس سے دنیاوی چیزیں جب نہیں جانتے تو آخرت سے کیونکر آگاہ ہوں چنانچہ عصائے موسیٰ علیہ السلام میں جوامر ذاتی تھا جس کا ظہور بمعجزہ ہوتا کہ وہ اژدھا بن جاتا اس کو ہرگز نہیں ادراک کرسکتے تھے اسیطرح ہر چیز محسوس میں حکمت بالغہ الٰہی موجود ہے اور غیر محسوس کا ذکر جدا رہا پس جب آدم علیہ السلام اس دنیا میں آئے اور یہاں کی چیزوں سے انتفاع کی ضروری اجازت ہوئی اور آدمیوں میں خواہش نفس ہرطرح کے انتفاع کی طرف راغب کرنے والی موجود ہے حالانکہ ہر چیز کے عجائب آثار سے ایسے اثر کو متمیز کرنا مشکل ہوا جوراہ آخرت ومرضی الٰہی سے برگشتہ وخلاف نہ ہوتو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک راہ مقرر فرمائی جس پر مستقیم ہوکر مضرت سے امان ہے اور میری مراد مضرت سے یہ ہے کہ دنیاوی حیات وحاجات کے باوجود راہ آخرت سے موڑ کر غضب الٰہی میں لائے ورنہ بہت چیزیں اس طرح اپنا اثر دکھلاتی ہیں کہ ظاہر میں آدمی ان کو اپنی خواہش میں بہت پسند کرتا ہے لیکن ملک آخرت سے نادان ہوکر تمیز نہیں کرسکتا حالانکہ اس کی پسند نادانی ہے جو اس کو سخت مضر ہے پس اس راہ کو اپنے انبیاء ورسل صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی وساطت سے خلق کو تعلیم فرمایا اوراس خاص طریقہ میں نہایت بلیغ حکمت ہے، جس کا بیان یہاں گنجائش نہیں رکھتا چنانچہ آخر عہد میں خاتم المرسلین سیدنا ومولانا محمد صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کی بعثت عامہ کو جو آپ کا خاصہ ہے تمام مخلوق پر متعین کردیا جس کا اصلی نتیجہ یہ ہے کہ اس فنا گاہ سے نکل کر اصلی قرارگاہ آخرت میں ایسی نعمتوں واوصاف کے ساتھ متمکن ہوں جو ان کے خیالات واوہام سے باہر ہیں اور علم اس کا علم قلبی ہے اوراس واسطے اس امت کے فقہاء وعلماء جو ریاضی فلسفہ وغیرہ میں کامل ماہر تھے قطعاً متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ سے کوئی فرد افضل نہیں ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ وہ سب رضی اللہ عنہم ان فنون رسمی کے ماہر نہ تھے بلکہ علم الآخرۃ میں البتہ کامل ومکمل تھے اور یہ علم اسیطرح حاصل ہوتا ہے کہ ظاہری شریعت پر عامل رہے یعنی دنیاوی زندگانی میں افعال واعمال کو اسی طریقہ پر رکھے جو وحی رسالت سے تعلیم ہوا اور ایسے آثار کی طرف قدم نہ بڑھائے جو اس کو مضر ہیں اوران کے علاوہ جو خاصہ بندگی واطاعت ہے اس میں قائم رہے پس اہل ایمان نے اس طریقہ کو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے حاصل کیا اور وہی طبقہ تابعین رضی اللہ عنہم کا ہے اور انھیں دوطبقہ کی نسبت آنحضرت ﷺ نے بہتر ہونے کی خبر فرمائی ہے پھر ان

جو اس خدا کے سامنے سر رکھ دے وہی بادشاہ ہے۔ خاکی دنیا کے علاوہ وہ سینکڑوں سلطنتیں عطا کردیتا ہے

کے بعد جو طبقہ آیا اس میں اختلاط نیک و بد شروع ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ نفس کی خواہش طرح طرح کی اور افعال کے طریقے عجیب عجیب ہوتے ہیں تو ضرور ہوا کہ حکمت بالغہ الہیہ میں جب بحکم قولہ .**الیوم اکملت لکم دینکم** (الآیہ) تمام دین پورا ہو چکا ہے ضرور قرآن پاک و حدیث شریف میں سب موجود ہوا اور بے شک ہے، لیکن ظہور اس کا بنور عقل ممکن ہے حالانکہ نور عقل پر خواہش نفس کا غبار چھایا جیسا کہ حدیث صحیح میں متاخر زمانے کے لیے آیا تو اللہ تعالی نے کچھ بندے ایسے کر دیے جو ہر زمانہ میں ہر طرح کے افعال کو نور عقل سے صراط المستقیم کے احاطہ سے باہر نہ ہونے دینے کے لیے مقید کرتے بلکہ اس کے لیے پابندان حواس کو قاعدہ بتلا دیا کہ جس سے مدد پا سکیں۔ کیونکہ قاعدہ کو حواس سے مناسبت ہے اور اگلی امتوں میں بعض عہد میں کثرت سے انبیاء ہوتے چنانچہ ہر فرقہ و شہر میں و ہر قوم میں ایک نبی جداگانہ ہوتا جو خفی وحی سے ان کے فعل جدید کا حکم بتلاتا اور اس امت میں یہ مقصود اسی امت کے علماء رحمہم اللہ تعالی سے حاصل ہوا اور اس میں دو فائدے ظاہر ہیں اول یہ کہ حکم وحی مختلف نہیں ہو سکتا تو ضرور ہوا کہ پابندی میں سختی تھی اور اس امت پر اللہ تعالی نے رحمت فرمائی کہ ہر مجتہد کو مصیب قرار دیا پس پابندی فعل سے ثواب ویسا ہی حاصل ہوا اور متعین قید کی سختی جاتی رہی۔ دوم آنکہ مجتہد امتی کو اس درجہ سے ثواب عظیم ملا اور حضرت رسول اللہ ﷺ کی بزرگی ظاہر ہوئی اور یہیں سے اس روایت کے معنی سمجھو کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے عالم لوگ جیسے بنی اسرائیل کے انبیاء اور اس مقام پر بہت سے علوم ہیں جن کو بضرورت اختصار کیا جاتا ہے پس اجتہاد یہی رہا کہ آیات و احادیث کو دیکھ کر اس سے حکم دریافت کر لینا۔

چنانچہ ضروری ہوا کہ مجتہد وہ شخص ہو جو اللہ تعالی کا مطیع و رحمت کیا ہوا بندہ و عقل نورانی والا نیکو کار ہو جو ضرور آخرت ہی کی طرف مائل ہوگا اور یہی سب مجتہدون کا اجمالی حال ہے اور بعد حضرات تابعین کے بھی اللہ کے بہت سے مجتہد بندے ہوئے ہیں اور حضرات سلف رضی اللہ عنہم اگرچہ سب سے کامل و اعلی رتبہ اجتہاد والے تھے لیکن انھوں نے قواعد اصول نہیں بنائے بلکہ احادیث کو محفوظ رکھا اور نہیں لکھا اسی لیے مجتہدون کی طرف زیادہ اجتماع ہوا اور انھیں کی نسبت سے لوگ حنفی و شافعی مشہور ہو گئے اور ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ ہم کو خاصۃ انھیں سے غرض ہے بلکہ اتنی بات ہے کہ ضرور ہمارے افعال کو مکلّف کیا گیا ہے اور وہ ان نورانی عقول کے قواعد منضبطہ سے بآسانی و بالاعتماد معلوم ہو جاتے ہیں ورنہ تمایز خیر از شر مشکل ہوگا اور علم آخرت سے اس طرف مشغول ہو کر مخمصہ میں پڑنا مشقت لا طائل ہے اور چونکہ مقصود تعبد و ثواب ہے وہ اجتہاد مجتہد قبول ہونے سے حاصل ہے لہذا علم الآخرۃ کے لیے فارغ ہونے کی غرض سے اپنے افعال کے پابند کرنے کو یہ آسان قبولیت ہے اور اصل مقصود علم الآخرۃ ہے پس غیر مقلد ہونا نورانی عقل والے یعنی مجتہد سے بلا خلاف مسلّم ہے...... **فلیتامل فیہ** .

پھر شرائط اجتہاد وغیرہ اپنے باب میں مذکور ہو چکے یہاں انھیں مجتہدون کا تذکرہ مقصود ہے اور چونکہ یہ کتاب فقط اجتہاد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق ہے لہذا جملہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالی میں سے فقط امام ان کے

مارمیت اذ رمیت،، خواندہٗ لیک جسمی در تحری ماندہ

اتباع رحمہم اللہ تعالی کا تذکرہ مخصوص ہوا اور چونکہ ولادت باسعادت امام رحمہ اللہ تعالی کی ۸۰ ہجری کی پہلی صدی میں ہوئی لہذا اسی صدی سے شروع کیا جاتا ہے۔اور واضح ہو کہ دیگر تذکرات وتراجم سے مترجم انھیں اوصاف علماء کو اختیار کریگا جو واقعی فضائل ہیں اور مانند جدل وغیرہ کے جو حقیقت میں فضل نہیں ہے ترک کرے گا اور اس طرح جو بطریق مبالغہ یا تعصب یا رجم بالغیب کوئی مدح ہوگی بخوف الٰہی عزوجل اس کو بھی ترک کریگا اور جو فضیلت اس کے نزدیک ثابت ہوگی وہ لکھنا عین عدل ہے۔ومن اللہ تعالی عزوجل التوفیق والعصمة ولاحول ولا قوة الا باللہ العزیز الحکیم۔

پہلی صدی:۔اس صدی میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ تعالی بھی دنیا میں موجود تھے ولیکن تذکرہ میں فقط ائمہ حنفیہ کا بالخصوص بیان منظور ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا لہذا اسلف کبار رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے فضائل مثل اسد الغابۃ وغیرہ سے استفادہ کرنا چاہیے اس مختصر میں ائمہ حنفیہ کا حال ملاحظہ فرمائیے۔

الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی۔آپ کے حق میں ایک جماعت نے غلو کیا تو یہاں تک کہا کہ انھیں کے اجتہاد پر حضرت امام مہدی علیہ السلام آخر زمانہ میں جب پیدا ہوکر امام ہوں گے عمل کرینگے حتی کہ عیسی علیہ السلام بھی جب نازل ہوں گے ولیکن اس کو بعض محدثین در المختار نے رد کیا ہے اور بے شک ایسا غلو معصیت ہے کیونکہ غیب کی خبر بدون وحی کے کیونکر مقطوع ہوگی اور علم غیب کا مدعی ہونا بڑی معصیت ہے،اور بعض نے آپ کی شان میں الفاظ حقارت استعمال کیے اور یہ بھی بہ نسبت تنقیص معصیت ہے۔لہذا مترجم ایسے افراط وتفریط سے نظر بفضل الٰہی تعالی گریز کرکے جو اسکے نزدیک آپ کے حالات واوصاف سے صحیح وباب فضائل میں درست ثابت ہوتے ہیں لکھتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس اجتہادی طریقہ کے جو حنفیہ کہلاتا ہے امام ہیں اور یہ ان کی کنیت ہے اور نام آپ کا نعمان بن ثابت ہے اور اس سے اوپر نسبت میں اختلافی دو قول ہیں۔اول نعمان بن ثابت ابن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدگرد بن شہریار بن نوشیروان کسری یعنی بادشاہ فارس ھذا ھو الذی ارتضاہ القاری رحمہ اللہ فی رسالۃ فی رد القفال اور خیرات الحسان ابن حجر المکی میں ہے کہ اکثر علماء اسی پر ہیں کہ امام کا دادا اہل فارس سے تھا۔

قول دوم ثابت بن زوطی بن ماہ۔اسی طرف صاحب تہذیب وصاحب تقریب کا میلان ہے۔یہ لوگ کہتے ہیں کہ زوطی مولی بنی تیم اللہ بن ثعلبہ تھا بعض نے قول اول کو ترجیح ہیں کہا کہ خطیب بغدادی نے اپنی اسناد کے ساتھ اسمعیل بن حماد بن الامام سے موکد بحلف روایت کی کہ ہم اہل فارس سے آزاد ہیں ہم پر کبھی رقیت نہیں طاری ہوئی اور اسی روایت میں ہے کہ ثابت رحمہ اللہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے حضور میں لائے گئے جن کے لیے آپ نے مع اولاد برکت کی دعا فرمائی۔وقد نوقش فیہ من حیث الاسناد فاللہ اعلم اور بعض نے ہر دو قول میں توفیق دینے کی کوشش کی اس طرح کہ قول اول بہ نسبت آباء واجداد صحیح ہے

تو نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا تو نے پڑھا ہے،لیکن تو ایک جسم ہے انگلی میں پھنسا رہ گیا ہے

اوروہ سب احرار فارس سے ہیں اور قول دوم بہ نسبت جد فاسد یعنی نانا کے ہے اور کہا کہ کسی عورت میں رقیت ہونا کچھ عیب نہیں ہے ورنہ جو عیب کا قائل ہوگا اس نے گویا ائمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم میں عیب لگایا تو مردود ہوگا اور گویا حضرت اسمعیل بن ہاجر علیہ السلام میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اکبر اور نبی صدیق ہیں عیب لگایا تو کافر ہوگا۔

مترجم کہتا ہے کہ دونوں میں کوئی قول ہو عیب ہر طرح ممنوع ہے بلکہ بڑی معصیت اعاذ نا اللہ تعالی منہ۔امام رحمہ اللہ تعالی بقول راجح ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور اس وقت سے پیچھے تک کوفہ وبصرہ وغیرہ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت زندہ موجود تھی ۔صغرسنی میں امام کے والد نے انتقال فرمایا اورحضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی والدہ سے نکاح ثانی کیا چنانچہ اس دریتیم نے حضرت امام کی گود میں پرورش پانے کا فضل حاصل کیا اور بچپن ہی میں ذکی ہونہار بیدار تھے کہتے ہیں کہ امام شعبی تابعی رحمہ اللہ کی رہبری سے آبائی پیشہ تجارت سے چندے منہ موڑ کر علم میں مشغول ہوئے اور چار ہزار مشائخ تابعین وکبار اتباع سے تفقہ کر کے فقیہ کامل ہوے حتی کہ بعضے اساتذہ ومشائخ نے آخر میں ان کے اجتہاد پر عمل کیا جیسے وکیع بن الجراح وعاصم بن ابی النجود واحد القراء المعروفین ۔امامؒ میانہ قد مائل بدرازی گندم گون خوش تقریر شیریں بیان معین اہل ایمان کریم الخلق خوبصورت نیک سیرت تھے۔

قال المترجم وقد قالوا انہ تابعی امام مجتھد حافظ ثقة ورع زاھد تقی کثیر الخشوع والتضرع دائم الصمت ۔علاوہ علماء حنفیہ کے شافعیہ میں سے خاتم الحفاظ ابوالفضل ابن حجر عسقلانی وجلال الدین السیوطی وابن حجر المکی وغیرہم نے امامؒ کے فضائل میں منفرد رسالے لکھے وقیل لیس للعسقلانی فیہ تالیف منفرد واللہ اعلم ۔واضح ہو کہ امامؒ کے تابعی ہونے میں اختلاف ہے بعض نے نفی کی اور بعض نے اثبات کیا اور یہی راجح ہے وقد قیل وہوالصواب ۔نفی کرنے والے بعضے کہتے ہیں کہ کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں ہوتی ہے اور بعضے بر تقدیر تسلیم کہتے ہیں کہ تابعی ہونے کے لیے صحابی سے روایت وسماع بھی شرط ہے اور یہ پایا نہیں گیا۔
اور اہل اثبات اپنے ثبوت میں منجملہ دلائل کے ذکر کرتے ہیں کہ حافظ دارقطنی نے فرمایا کہ ابوحنیفہؒ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے ملاقات نہیں پائی۔سوائے حضرت انس رضی اللہ عنہم کے لیکن ان کو فقط آنکھ سے دیکھا اور ان سے کچھ نہیں سنا۔کمافی خاتمۃ مجمع البحار للفتنی رحمہ اللہ تعالی اور تاریخ ابن خلکان میں بھی تاریخ خطیب بغدادیؒ سے حضرت انسؓ کو دیکھنا مذکور ہے۔کماذکر ذلک فی مرآة الجنان للیافعی ورجال القراء للجزری وغیرھما ویقال نص علیہ ابن الجوزی والنووی والذھبی والولی العراقی وابن حجر العسقلانی والسیوطی کمانص علیہ الحافظ الخطیب والدار قطنی رحمھم اللہ تعالی قلت وکفاک بھم قدوة فاستفتم اور ابن حجر مکی نے کہا کہ ذہبی کا یہ قول کہ ابوحنیفہؒ نے صغرسنی میں انس بن مالک کو دیکھا یہی صحیح وتحقیق ہے کمافی الشامی عن الخیرات۔........ (جاری ہے)

ہر کجا اشک رواں رحمت بود	ہر کجا آب رواں غنچہ بود

القسم العربی

مجلة الفقة الاسلامی

تصدر من

اكاديمية الفقة الاسلامي المعاصر

ص ب ۱۷۷۷۷ گلشن اقبال

كراتشي باكستان

رئیس التحریر

الاستاذ الدكتور / نوراحمد شاهتاز

☆

مساعد رئیس التحریر

الاستاذ غلام نصیر الدین نصیر

الدكتور محمد صحبت خان

فهرس الموضوعات

القضایا الأخلاقیة الناجمة عن التحكم فی تقنیات الانجاب ٦٠